بین المذاہب مکالمہ---''ایک ہی دنیا سب کی ساجھی''

جان سلومپ*

تلخیص: نیاز عرفان

آسٹریا کے شہر ویانا میں مسلم-مسیحی بین المذاہب مکالمہ جس کا موضوع ''ایک ہی دنیا سب کی ساجھی'' تھا، ۱۳ تا ۱۶ مئی ۱۹۹۷ء کو ہوا تھا۔ پہلا مکالمہ جس کا موضوع ''نوع بشر کے لیے امن'' تھا، مارچ-اپریل ۱۹۹۳ء میں اسی شہر میں منعقد ہوا تھا۔ ان سے پیش تر اس سلسلے کا ایک مکالمہ ''مسیحیت اور اسلام میں روحانی اقدار'' کے موضوع پر ۲۲ تا ۲۹ اپریل ۱۹۵۴ء کو لبنان میں ہو چکا تھا۔ ان مکالموں نے مسیحی متلاشیان حق کو اسلام اور مسلمانوں کے افکار کو سمجھنے میں بڑی مدد دی۔ بعد میں گاہے بگاہے ایسی مجالس مکالمہ انعقاد پذیر ہوتی رہیں۔ مکالموں میں حصہ لینے والوں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ کشادہ دلی اور وسعت نظر کا مظاہرہ کریں۔ ویانا کی کانفرنس نے متعدد مسلمانوں اور مسیحی علماء کو قریب تر لانے میں کافی کردار ادا کیا۔

ویٹی کن میں بھی بین المذاہب مکالمے کی کونسل موجود ہے، اس کے علاوہ عیسائیوں کی ایک اور تنظیم ''کلیساؤں کی عالمی تنظیم'' قائم ہے۔ ان دونوں کی کوششوں سے مسیحی اور مسلم مفکرین آسانی سے مل بیٹھنے پر تیار ہو گئے۔ البتہ مکالموں میں زیادہ تر ایسے مسلم مفکرین شامل ہوتے رہے جو مغربی جامعات سے تعلیم یافتہ تھے۔

روایت پسند اور راسخ العقیدہ مسلمان علماء کو بین المذاہب مکالمے میں شرکت پر آمادہ کرنے میں اس لیکچر نے بڑا کام کیا جو ویانا کے کارڈینل فرانز کونگ نے ۱۹۶۰ء میں الازہر میں دیا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے ''مسیحی مسلم'' مکالمے کے معاملے میں پہلا اقدام ۱۹۷۶ء میں حکومت لیبیا کے زیر اہتمام منعقدہ

* Jan Slomp, "One World for All, The Vienna Dialogue Progress," *Journal of Muslim Minority Affairs*, Vol. 18, No. 1, 1998. pp. 181-185

اجلاس میں کیا گیا۔ جس میں ویٹی کن سے ۱۴ علماء شریک ہوئے تھے۔ لیبیا کی حکومت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بعد میں یہ کام دیگر مسلم حکومتوں نے بھی کیا۔ مثلاً ۱۹۸۴ء میں اُردن کی حکومت نے ایک بین المذاہب مکالمے کا اہتمام کیا، جس میں مسیحی اور مسلم علماء نے حقوق انسانی، امن، نوجوان، خواتین کے مرتبے، سائنس اور مستقبل جیسے دلچسپی کے مشترکہ موضوعات پر لیکچر دیے۔ نومبر ۱۹۹۶ء میں جرمنی میں بھی ایسی ہی کانفرنس منعقد کی گئی تھی۔

مقالہ نگار جان سلومپ نے مارچ ۱۹۷۶ء میں حکومت پاکستان کے زیر اہتمام منعقد کی جانے والی ''پہلی بین الاقوامی سیرت کانفرنس'' میں شرکت کی تھی جس میں مسلمان علماء کے علاوہ مسیحی علماء بھی شریک ہوئے تھے۔ ایسی ہی ایک کانفرنس نیو یارک میں ۱۹۸۱ء ''اکثریتیں اور اقلیتیں'' کے موضوع پر اکتوبر ۱۹۸۹ء میں ''مسلمان اقلیتوں کے امور کے ادارے'' نے کروائی تھی۔ ستمبر ۱۹۹۶ء میں ابن خلدون سوسائٹی لندن میں بھی ایسی ہی کانفرنس ہوئی تھی۔ ان دونوں میں مقالہ نگار کو شرکت کا موقع ملا تھا۔

یورپ میں پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک فرقوں کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنس میں مسلمان مقررین کو مدعو کیا جاتا رہا۔ جبکہ یورپی جامعات کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنسوں کو مسیحی۔ مسلم مذاہب کے پیروکاروں کے مابین تعلقات بہتر بنانے کی کوشش قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس امر کے باوجود کہ ان کانفرنسوں میں دونوں طرف سے لادین مقرر بھی حصہ لیتے رہے ہیں ان کانفرنسوں کے نتائج دونوں مذاہب کے لیے حوصلہ افزا تھے۔

دوسری ویٹی کن کونسل کا مسلمانوں کے بارے میں ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۵ء کا اعلان اور اسلامی مشن اور اسلامی دعوۃ کے درمیان باہمی مشاورت کے بعد جاری کیا جانے والا اعلان مسیحیت اور اسلام کے مابین مفاہمت کی راہ کے دو سنگِ میل ہیں۔ یہ اعلان عیسائیوں کی طرف سے برطانیہ کے ڈاکٹر ڈیوڈ کیر اور مسلمانوں کی طرف سے جماعت اسلامی پاکستان کے رہنما پروفیسر خورشید احمد نے تیار کیا تھا۔ اس میں آپس کے تعلقات میں معقولیت اور عدل کی راہ اختیار کرنے کا عندیہ دیا گیا تھا۔

مسیحی نقطہ نظر سے نیا طریقہ کار

آسٹریا میں دو وزرائے خارجہ کے دور میں منعقد ہونے والی دو مسیحی۔ مسلم رابطہ کانفرنسیں یورپ میں مذہب کے بارے میں نئی سوچ کا پتہ دیتی ہیں۔ اس کے باوجود کہ مرکزی یورپی ممالک میں لادینیت کی طرف رجحان پایا جاتا تھا شاید اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے آثار کے نتیجے کے طور پر یورپی یونین میں مذہب کے بارے میں قدرے مثبت سوچ پیدا ہوئی۔ چنانچہ جرمنی کے ایماء پر جون ۱۹۹۷ء کے معاہدہ ایمسٹرڈم کے متن میں مذہب کے بارے میں ایک پیرا بھی شامل کیا گیا۔

آسٹریا میں منعقدہ دوسری کانفرنس میں وہاں کے وزیر خارجہ نے اپنے خطاب میں اس اہم امر کی طرف اشارہ کیا کہ صدیوں سے آسٹریا مختلف مذاہب کا نقطہ اتصال رہا ہے۔ پانچ سو سال تک سلطنت عثمانیہ اور آسٹریا کی سرحدوں میں ردوبدل، نیز ۱۵۲۹ء اور ۱۶۸۳ء میں ویانا کے عثمانی محاصرے، اسلام اور مسیحیت میں رابطے کا بڑا ذریعہ بنے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آسٹریا میں مطالعہ اسلام کو فروغ دیا جاتا رہا۔ آسٹروی مصنف جوزف پرگ سٹال کے عربی اور فارسی اسلامی لٹریچر کے تراجم نے گوئٹے کی طویل نظم فاؤسٹ کو متاثر کیا، جس نے علامہ اقبال کو گوئٹے کے جواب میں ''پیام مشرق'' لکھنے پر ابھارا۔ آسٹریا میں منعقدہ دوسری کانفرنس میں علامہ اقبال کی بہو بیگم ناصرہ اقبال بھی شریک ہوئیں، چنانچہ آسٹریا میں اسلام کو سرکاری طور پر مذہب تسلیم کر لیا گیا۔ وزیر خارجہ شُوشل نے مسیحی - مسلم تصادم کو روکنے اور ان میں اخوت قائم کرنے اور ماضی کی تلخیوں کو بھول جانے کی ضرورت پر زور دیا۔

۱۹۹۷ء کے بین المذاہب رابطے کی کانفرنس کے دوران قرآن کریم اور انجیل مقدس کے نسخے بڑی چوکور میز پر شوکیس میں سجا کر رکھے گئے تھے۔ اس کانفرنس میں ۴۶ شرکاء موجود تھے جن میں سے ۳۵ وہ تھے جو ۱۹۹۳ء کی کانفرنس میں شامل تھے۔ اس کانفرنس کے شرکاء کی غالب اکثریت سُنی مسلمان اور کیتھولک عیسائی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے ڈاکٹر صالحہ محمود بھی شامل تھیں جو امریکہ میں ''مسلم اقلیتوں کے امور کے ادارے'' کی سربراہ اور ''مسلم اقلیتیں'' نامی رسالے کی مدیر بھی ہیں۔

''امن برائے نوع بشر'' کانفرنس ۱۹۹۳ء

پہلی اور دوسری بین المذاہب رابطے کی کانفرنسوں کے موضوعات بالترتیب ''امن برائے نوع بشر'' اور ''ایک ہی دنیا سب کی ساجھی'' تھے جن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ مسلمان اور مسیحی جو مل کر دنیا کی نصف آبادی کے برابر ہیں، ان کے علاوہ یہودی، تینوں حضرت ابراہیمؑ کی آل ہیں اور عقیدہ وحدانیت کے قائل ہیں یہ دنیا میں قیام امن کے ذمہ دار ہیں۔ اتفاق سے ۱۹۹۳ء میں بلقان (بوسنیا، کروشیا، اور سربیا) میں خانہ جنگی جاری تھی۔ ۱۹۹۳ء کی کانفرنس میں اہم مسیحی اور مسلم شخصیتوں نے شرکت کی تھی۔ اس طرح ''امن برائے نوع بشر'' کا موضوع برمحل تھا۔

''ایک ہی دنیا سب کی ساجھی'' کانفرنس ۱۹۹۷ء

یہ کانفرنس بوسنیا کی جنگ کے خاتمے پر منعقد ہوئی تھی اور شرکاء کی آپس میں پہلے ہی گہری شناسائی موجود تھی۔ اس میں بھی پاکستان سے ناصرہ اقبال شامل ہوئیں تھیں جنہوں نے اسلام کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا اور مسلمانوں پر سخت تنقید کی۔ اس پر دیگر مسلم شرکاء اجلاس نے خاصی لے دے کی۔ ویانا کے ڈاکٹر ہینرک شنائڈر نے تکثر (Plurity) اور تکثیریت (Plurism) پر لیکچر دیا۔ اُس نے بتایا کہ دونوں اصطلاحات کے مفہوم مختلف ہیں۔ تکثر سے مراد یہ ہے کہ حقیقت کثیر الجہت ہے اور انسان کئی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ گروہوں، اقوام اور ثقافتوں کی الگ الگ خصوصیتیں ہوتی ہیں جن سے زندگی میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ تکثیریت معاشرتی اور سیاسی اصول اور نقطہ نظر کا نام ہے جس میں مختلف گروہوں کے لوگ آپس میں نقطہ نظر کے اتحاد اور انسداد تصادم کی کوشش کرتے ہیں۔ کانفرنس میں تیونس کے ڈاکٹر محمد طالبی اور جرمن دانش ور فو کمر کوہلر نے ''ثقافتی تشخص - عالمگیر ثقافت کا مسئلہ'' کے موضوع پر لیکچر دیے۔ کوہلر کے خیال میں عالمگیریت اخلاقی بنیاد کا تقاضا کرتی ہے اور یہ کہ قومیتوں کے تصادم کے نظریے اور دولت مند شمال اور مفلس جنوب کے بُعد کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ جب کہ طالبی کا خیال تھا کہ بند ثقافتوں اور سرحدوں کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اب انسانوں کو تین قسم کا تشخص پیدا کرنا چاہیے یعنی ذاتی، ثقافتی اور عالمگیر تشخص۔